قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(متفرقات)

تبلیغی جماعت

کی

حقیقت

فرقان الدین احمد

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقاً وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہ

تبلیغی جماعت کی حقیقت

(۲)

✓ امابعد کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سارے کاموں میں بدترین کام نئے نئے طریقے ہیں اور **ہر بدعت گمراہی ہے**۔ **[صحیح مسلم۔ جلد اول۔ جمعہ کا بیان۔ حدیث ۱۹۹۹]**

دین اسلام میں بدعت کا مقام[1]؛ تبلیغ کی حقیقت[2] اور علماء اکرام کا "وارث الانبیاء" کی حیثیت سے معاشرہ میں ان کی بنیادی ذمہ داری[3] کے حوالے سے کتاب "قوا انفسکم و اھلیکم نارا (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم) "میں عمومی قاریوں کے لیے اصولی اور بنیادی معلومات قلم بند کی جاچکی۔ یہ مضمون خالصاً "الدین النصیحہ" کی بنیاد پر خیر خواہی کی نیت سے ان مسلمان بھائیوں کے لیے خصوصی طور پر قلم بند کیا ہے کہ جو کہ تبلیغی جماعت کے ذریعے تبلیغ دین کی محنت میں مصروف ہیں اور نیکی کے اس تصور پر مطمئن بھی ہیں۔

یہودیت؛ نصرانیت یا اسلام؛ ہر الہامی دین میں بدعت کا ایک ہی بنیادی اصول ہے کہ وہ کبھی بھی مکمل باطل کی بنیاد پر اپنی پوری عمارت استوار نہیں کرتی بلکہ ضرورت کے مطابق؛ گزرتے زمانے کے ساتھ اور عوامی خواہشات کے مطابق؛ ہر داعی اس میں متشابہ اصطلاحات کے ذریعے نقلی دلائل کی بنیاد پر قیاسی تاویلات کے ذریعے حق کی ایسی پیوندکاری کرتا رہتا ہے جو لوگوں میں اس بدعت کو نہ صرف زندہ رکھنے بلکہ جمہور میں اس بدعت کے اضافہ کے باعث بھی بنتا ہے۔

✓ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ **[سورۃ البقرۃ ؛ ۴۲]** اور **حق کو**

---

[1] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "عقیدہ رسالت کی حقیقت"

[2] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "تبلیغ کی حقیقت"

[3] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "علمائے حق کی حقیقت"

باطل کے ساتھ نہ ملاؤ، اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ۔

اسی بنیادی اصول کی جھلک ہمیں تمام مروجہ عملی بدعتوں میں نظر آتی ہے؛ اور اسی وجہ سے ہر گروہ اپنی بدعتوں میں موجود حق سے راضی اور دوسروں کی بدعتوں میں موجود باطل سے شاقی نظر آتا ہے۔ مزید براں دہشت گردی کی تعریف کی طرح ان مخالف گرہوں میں؛ بدعت کی کسی ایک تعریف پر اتفاق ممکن نہ ہونے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہر گروہ اس تعریف کا شکار صرف اپنے مخالف گروہ کو کرنا چاہتا ہے۔

تقلید کی حقیقت[4] میں بیان ہو چکا کہ ہر عمل کے علم کے تین جزو ہو سکتے ہیں؛ جس میں جز اول پر ضروریات دین[5] کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے اور دوسرا جز مختلف فیہ سنت کی اصطلاح کے تابع ہے اور تیسرا جز قیاس عادلہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر دینی عمل کی شرعی اصطلاح اور اس شرعی اصطلاح کی شرعی تعریف؛ اہمیت اور ضرورت (یعنی حدود و قعود) ضروریات دین کا حصہ ہوتی ہے؛ اس دینی عمل کی اخروی جزا و سزا کی اخبار جز اول میں سے بھی ہوں سکتیں ہیں اور جز دوم میں سے بھی؛ اور اس دینی عمل کا عملی نصاب علم کے تینوں اجزا پر مشتمل ہو سکتا ہے؛ مگر اس صورت میں تیسرے جز یعنی قیاسی علم کے حدود و قعود کا کل دار و مدار علم کے پہلے دو اجزا پر ہوتا ہے۔

> مثلاً الصلاۃ؛ زکوۃ؛ صوم؛ حج؛ تبلیغ؛ جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ جیسی اصطلاحات قرآن اور حدیث کے قطعی علم پر مبنی ہیں اور ان اصطلاحات کی شرعی تعریف؛ اہمیت اور ضرورت بھی اسی قطعی علم کا حصہ ہونے کے باعث ضروریات دین میں شامل ہیں جبکہ انہی اعمال کی اخروی جزا و سزا کی بشارتیں اور وعیدیں ضروریات دین میں بھی شامل ہے اور مختلف فیہ سنت میں بھی اور ان اعمال کا عملی نصاب علم کے تینوں جز یعنی ضروریات دین؛ مختلف فیہ سنت اور قیاس عادلہ پر مشتمل ہے۔

اس کے برعکس ہر بدعت کی اصطلاح؛ علم کے پہلے دو اجزا سے محروم ہونے کے باعث اپنی شرعی تعریف؛ جزا و سزا کی اخبار اور عملی نصاب کے لیے صرف قیاسی علم کا محتاج ہونے کے باعث ضروریات دین اور مختلف فیہ سنت میں پہلے سے موجود مختلف عقائد؛ اقوال اور اعمال اور جزا و سزا کی اخبار کے ساتھ اپنی نسبت کی محتاج ہوتی ہے اور اسی باعث یہ بدعت کبھی بھی امت میں اجتماعی امر کی حیثیت نہیں حاصل کر سکتی ہے بلکہ ہمیشہ

---

[4] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "تقلید کی حقیقت"

[5] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "ضرورت دین کی حقیقت"

امت میں تفرقہ کا باعث بنتی ہے۔ ہر بدعت کسی واحد بدعتی عمل پر بھی مشتمل ہو سکتی ہے اور بدعتی اعمال کے مجموع پر بھی اور اگر یہ بدعت کسی ضروریات دین کے مد مقابل ہو تو یہ ایک کفریہ بدعت کہلاتی ہے اور اگر کسی سنت کے خلاف ہو تو بدعت سیئہ ورنہ بدعت حسنہ۔

> بدعت حسنہ بھی صرف اس صورت میں اگر اس کی تشہیر، ترغیب اور دعوت نہ دی جاتی ہو ورنہ بدعت حسنہ بھی بدعت سیئہ کے مترادف ہے کیونکہ یہ ایک قیاسی عمل کے دنیاوی اثر اور اخروی اجر؛ کو اپنی کل قیاسی جزئیات یعنی اہمیت و ضرورت؛ جزاو سزا اور عملی نصاب کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ منسلک کرنے کے مترادف ہے جس کی سنگینی سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔

آغاز میں ہر بدعت کسی مستند اور مصدقہ ضرورت دین کے حصول کی داعی ہوتی ہے مگر بالآخر عوام و خواص میں وہی بدعت عین مطلوب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

- ✓ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"۔۔۔۔۔۔یاد رکھو! ہر عمل کے ساتھ انسان کو شروع میں جذباتی تعلق اور شدید محبت ہوتی ہے بعد میں اس کی محبت میں ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے؛ **اگر یہ ٹھہراؤ بدعت پر ہو تو انسان گمراہ ہو گیا** اور اگر یہ میری سنت پر ہو تو انسان ہدایت پا گیا۔"[احمد، ۲/ ۱۶۵۔۵/ ۴۰۹؛ السنۃ لابن ابی عاصم، ۲۸/۱؛ ابن حبان، ۳۴۹/۲؛ مجمع الزوائد، ۱۹۳/۳]

مزید بر آں ہر بدعتی عمل چونکہ محض قیاس پر مبنی ہوتا ہے؛ جو اپنے زمان و مکان کے مخصوص حالات و ضروریات؛ عوامی خواہشات؛ اور شخصی اجتہاد پر مبنی ہوتا ہے تو کوئی بدعت بھی زمان و مکان کے تغیرات؛ عوامی اثرات اور اہل علم کی موشگافیوں سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رہ سکتی اور اسی باعث یہ عین ممکن ہے کوئی بدعت اپنا آغاز انفرادی بدعت حسنہ کے طور پر کرے مگر گزرتے زمانہ کے ساتھ اپنے تغیرات کے باعث بدعت سیئہ یا کفریہ بدعت پر اختتام پذیر ہو۔

> جیسے بارہ وفات کا عید میلاد النبی ﷺ میں تبدیل ہونا؛ پیری مریدی کا عرس کی شکل اختیار کرنا؛ زیارتوں کا قبر پرستی کی شکل اختیار کرنا؛ یا اولیا اللہ میں معروف سماع کا مروجہ قوالی کی شکل اختیار کر لینا وغیرہ۔

اوپر والی بحث کو سمیٹتے ہوئے بدعت کی تعریف (جیسا کہ مضمون "عقیدہ رسالت کی حقیقت" میں بیان ہو چکی) اور خصوصاً بدعت سیئہ کے خواص کو چند اصولوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے؛

بدعت کی تعریف؛

"ہر وہ **عمل جو ثواب کی نیت** سے کیا جائے اور اس **عمل کا جواز** رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں موجود ہو مگر اس پر **عمل کا ثبوت** سنت یا احادیث میں موجود نہ ہو۔"

اور ہر بدعت سیئہ میں مندرجہ ذیل خواص اضافی پائے جاتے ہیں؛

- اس بدعت کی تشہیر، ترغیب اور دعوت دی جاتی ہے؛ جو کہ صرف یقینی ثواب کی حامل سنت کا خاصہ ہے۔
- اس بدعت کی دعوت کی بنیاد جن بنیادی اصطلاحات پر ہوتی ہے؛ وہ دین کی معروف اور مصدقہ اصطلاحات کے مشابہ تو ہوتیں ہیں مگر یکساں نہ ہونے کے باعث اہل حق کی گرفت سے محفوظ بھی رہتیں ہیں اور عوام میں اسی مشابہت کے باعث مقبولیت بھی پاتی ہیں (یعنی تلبیس کے باعث)۔
- امت میں اس بدعت کی دعوت ہمیشہ اختلافی امر ہوتی ہے اور اس بدعت کو کبھی بھی ضروریات دین میں کوئی مقام نصیب نہ ہونے کے باعث امت کے اجتماعی امور میں شمولیت نصیب نہیں ہوتی۔
- ہر بدعت کا مطلوب اوائل میں کسی حقیقی ضرورت دین کا حصول ہوتا ہے مگر گزرتے وقت کے ساتھ عوام وخواص میں وہ بدعت ہی مطلوب کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔
- اور سب سے اہم مگر عموماً مخفی خواص کہ ""۔۔۔۔۔۔ان سے بدعت کے مقابلے میں **سنت اٹھالی جاتی** ہے۔۔۔۔۔۔" [مسند احمد، ج۴ ص ۱۰۵؛ فتح الباری، ج۱۳ ص۲۶۷؛ فیض القدیر، ج۵ ص ۴۱۲، ۴۱۳]"

اس بات سے قطع نظر کہ تبلیغی جماعت کا آغاز کن حالات میں ہوا؛ مولانا الیاس رحمۃ اللہ نے کس اجتہاد کی بنا پر اس تحریک کی بنیاد ڈالی؛ کس ضرورت دین کا حصول ان کے اہداف میں تھا۔ ہم تو صرف اپنے زمانہ کے مکلف ہیں اور اس نظریہ کے تحت بدعت کی تعریف اور بدعت سیئہ کے خواص کی روشنی میں نیک نیتی سے عصر حاضر میں مروجہ تبلیغی جماعت کے جواز یا اہداف؛ اس کی دعوت؛ عملی نصاب اور جزاو سزا کی اخبار کا

ایک ناصحانہ تجزیہ کرتے ہوئے غور کرتے ہیں کہ کیا یہ تبلیغی جماعت والی تحریک سنت کہلائی جاسکتی ہے یا اس پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اور وہ بھی بدعت سیئہ کا؛

أ. تبلیغی جماعت کا جواز یا ہدف

تبلیغی جماعت کا جواز یا ہدف ان چھ اصولوں میں بیان کیا جاسکتا ہے؛

أ. ایمان ب. نماز ت. علم و ذکر

ث. اکرام مسلم ج. اخلاص نیت ح. دعوت و تبلیغ

یہ تمام اصطلاحات دین کی مسلمہ اصطلاحات ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں عملی طور پر بھی موجود تھیں۔ یعنی ان اہداف کا جواز رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں موجود تھا اور یہ تمام اہداف یقینی ثواب کے متقاضی بھی ہیں اور ان اہداف سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ابتدائی طور پر تبلیغی جماعت کا "سو فیصد دین پر چلنے" یعنی "اقامت دین" کا دعوی بھی نہیں تھا۔

ب. تبلیغی جماعت کی دعوتی اصطلاحات

عصر حاضر میں تبلیغی جماعت کی دعوت تبلیغ کے سلسلے میں کثیر الاستعمال اصطلاحات مندرجہ ذیل ہیں؛

- کلمہ کی دعوت۔
- نبیوں والی محنت۔
- دین میں وقت لگانا۔
- سو فیصد دین پر چلنا۔
- ختم نبوت کے باعث کل امت پر تبلیغ کا فرض ہونا۔

گو مندرجہ بالا تمام دعوتی اصطلاحات دین میں اجنبی ہیں مگر انتہائی معمولی سی کوشش سے ہم ضروریات دین یا مختلف فیہ سنت میں ان سے مشابہ مصدقہ اصطلاحات کو ڈھونڈ تو سکتے ہیں؛ مگر ان مصدقہ اور معروف اصطلاحات کے استعمال کی صورت میں؛ کلمہ "لا الہ الا اللہ" کا مطلب "سب کچھ اللہ سے ہونے کا یقین اور غیر اللہ سے کچھ نہ ہونے کا یقین" کیسے بیان کرسکتے؛ جو کہ نہ اس کلمہ کا لفظی ترجمہ بنتا ہے اور نہ ہی آج تک امت میں کبھی تاویلاً بھی اس مطلب کا استعمال ہوا ہے۔ امت میں تو دعوت الی اللہ کے تحت کلمہ "لا الہ الا اللہ" کی قرآن اور حدیث کے روشن دلائل پر مبنی سادہ تاویل یہی راجع ہے کہ **توحید کے اقرار** سے پہلے

طاغوت کا انکار لازم ہے؛ جس کے باعث واضح ہے کہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" درالحقیقت توحید الوہیت کے اقرار کا مظہر ہے نہ کہ توحید اسماء وصفات کا؛ اور اس کا اصل تعلق یقین کاملہ کے بجائے اطاعت کاملہ سے ہے؛ اور اس کلمہ کے اقرار کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ ہر اس حکم الٰہی کی مقدور بھر اطاعت کرے جو اس کی طرف متوجہ بھی ہو اور وہ اس کا مکلف بھی؛ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا؛

- ✓ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ **[سورة الحجرات ؛ ۱۴]** دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ کہہ دو کہ تم **ایمان نہیں لائے** (بلکہ یوں) کہو کہ ہم **اسلام لائے ہیں** اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور تم خدا اور اس کے رسول کی **فرمانبرداری** کرو گے تو خدا تمہارے اعمال سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

سورت الحجرات کی اس انتہائی واضح آیت کے باوجود تبلیغی جماعت کے ارکان کا کلمہ "لا الہ الا اللہ" کو اطاعت کاملہ کے بجائے ایمان ویقین کاملہ سے منسلک کرنے کے باعث اطاعت کاملہ کو؛ ایمان ویقین کاملہ کے ایک غیر مرئی معیار کے حصول تک؛ موخر کرنے کے لیے ایک شرعی عذر کے طور پر استعمال کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے ہیں۔

قرآن؛ حدیث اور تاریخ اسلام کے مطالعہ سے واضح ہے کہ اس دنیا میں افضلیت کا معیار ظاہری تقویٰ یعنی اطاعت ہے نہ کی باطنی ایمان؛ مثلاً بدر کے مقام پر موجود اصحاب رضی اللہ عنہم کی افضلیت ان کی ظاہری اطاعت کے طفیل ہے نہ کہ اس باطنی ایمان ویقین کے باعث؛ جس میں وہ اور مدینہ منورہ میں رہ جانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم یکساں تھے؛ اور اسی اطاعت کاملہ کا ذکر حضرت موسٰی کی قوم کی مثال پیش کرتے ہوئے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کے جواب میں بدر کے مقام پر بیان کیا۔

اور مزید براں نہ ہی دین کی ان مصدقہ اور معروف اصطلاحات کے استعمال کی صورت میں؛ دین میں بدعتی اضافہ کرتے ہوئے؛ "ختم نبوت کے باعث کل امت پر تبلیغ کا فرض ہونا" کی اصطلاح کے تابع دعوت و تبلیغ جیسے فرض کفایہ کو امت کے ہر فرد واحد پر؛ زکوٰۃ اور حج کی طرح نہیں (جو کہ صرف صاحب استطاعت پر فرض عین ہیں) بلکہ نماز اور روزہ کی طرح فرض عین کیسے قرار دے سکتے۔

ت. تبلیغی جماعت میں رائج عملی نصاب

"نبیوں والی محنت" اور" دین میں وقت" لگانے والی دعوت کی عملی شکل اس عملی نصاب کی شکل میں رائج ہے جو مندرجہ ذیل اصطلاحات کے تابع ہے؛

- سہ روزہ
- چالیس دن
- چار مہینے
- سال
- سالانہ اجتماع

پہلے چار عملی نصاب کی اصطلاحات پر بظاہر کسی مخصوص عبادت یا طریقہ عبادت کا اطلاق نہیں ہوتا؛ اور وہ محض ایک مخصوص مدت کی نشاندہی کرتی نظر آتیں ہیں اور ضروریات دین یا مختلف فیہ سنت میں اس بنیاد پر مشابہ اصطلاحات کو ڈھونڈنے میں ہمیں انتہائی تکلف سے کام لینا پڑے گا؛ مگر ہر خواص و عوام کو واضح ہے کہ یہ اصطلاحات محض مدت کی نشاندہی نہیں ہیں بلکہ یہ ہر اصطلاح ایک مخصوص عملی نصاب ہے اور اس عملی نصاب کے مخاطب بھی جماعت کی سطح پر مخصوص ہیں۔

اس مخصوص عملی نصاب کا مصدقہ دین سے دوری کے لیے گو متعدد دلائل قلم بند کیے جا سکتے ہیں؛ مگر اس مضمون میں صرف ان دلائل کو شامل کیا گیا ہے جو روزِ روشن کی طرح تبلیغی بھائیوں پر واضح ہیں؛

- دین میں "نکلنے" کے عمومی حکم کا تعلق اقدامی جہاد فی سبیل اللہ سے ہے؛ جبکہ تبلیغی جماعت میں دین میں "نکلنے" کے عمومی حکم کا تعلق سہ روزہ؛ چالیس دن؛ چار مہینے اور سال کے تحت؛ جماعت کے اختیار کردہ مخصوص نصاب کے تحت دین کے سیکھنے اور سکھانے سے ہے۔
- دین میں دعوت و تبلیغ کے عمومی حکم کا تعلق کل کفار اور نو مسلموں سے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمومی حکم کا تعلق باقی تمام عمومی مسلمانوں سے ہے؛ جبکہ تبلیغی جماعت میں دعوت و تبلیغ کے عمومی حکم کا تعلق تمام عمومی مسلمانوں سے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمومی حکم کا تصور نہ صرف انتہائی غیر واضح ہے بلکہ خاص و عام کی سطح پر یہ اصطلاح دعوت و تبلیغ کے مترادف ہی ہے۔
- کل انبیاء کی دعوت کے عمومی حکم کا تعلق کفار کو کلمہ توحید کی دعوت سے ہے؛ جبکہ تبلیغی

جماعت میں دعوت کے عمومی حکم کے تحت کفار کے ممالک میں کفار کو کلمہ کی دعوت دینا ممنوع ہے۔

- تبلیغی جماعت کے اختیار کردہ مخصوص نصاب کے تحت دین کے سیکھنے سکھانے والے نصاب کے ذریعے "وقت لگانے" والا شخص بھی جماعت میں وہ مقام حاصل کر لیتا ہے جہاں مدارس کے فارغ التحصیل علماء بھی اس کے وعظ کو سننے پر مجبور اور اس کی تصحیح کرنے سے معذور ہوتے ہیں۔
- حج کے بعد تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع کا شمار امت مسلمہ کے سب سے بڑے اجتماعات میں ہوتا ہے؛ جس کا مقصد اللہ پر یقین؛ اعمال کی ترغیب اور نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا بیان کیا جاتا ہے۔ ان تمام مقاصد کا جواز رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی زندگی میں موجود تھا اور دینِ اسلام میں انہی مقاصد کے حصول کے لیے امت میں جمعہ؛ عیدین؛ حج اور اقدامی جہاد فی سبیل اللہ کے اجتماعات کی سنت موجود ہونے کے باوجود اس مخصوص اجتماعی عمل کے ذکر سے سنتِ رسول ﷺ و آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم خالی ہیں۔ خصوصاً اس کے نامعلوم اجر و ثواب کے ذریعے اس کی **تشہیر**، **ترغیب** اور **دعوت** دی جاتی ہے؛ جو کہ قطعی طور پر بدعت سیئہ کے خواص ہیں۔

مزید بر آں گزرتے وقت کے ساتھ یقینی ثواب کے حامل نقلی اہداف کے ساتھ قیاسی عملی نصاب بھی ثواب کی فہرست میں شامل ہو گیا ہے۔ تبلیغی جماعت میں اس قیاسی عملی نصاب کے عین مطلوب ہونے کی سب سے بڑی دلیل وہ فضیلتیں؛ بشارتیں اور جزا کی اخبار ہیں؛ جو ان میں سے ہر قیاسی اصطلاح سے منسوب کی جاتی ہیں؛ بیان کی جاتی ہے اور انہیں کے ذریعے ان قیاسی اعمال کی دعوت؛ ترغیب اور تشہیر کی جاتی ہے۔

ث. دعوت اور عملی نصاب کی فضیلتیں؛ بشارتیں اور جزا و سزا کی اخبار

خلف و سلف؛ متقدمین اور متاخرین اہل علم کا اجماع ہے جس میں تبلیغی جماعت میں موجود اہل علم بھی شامل ہیں کہ اللہ کے دین کے باقی تمام ادیان پر غالب ہوئے بغیر "سو فیصد دین پر چلنا" ممکن ہی نہیں ہے مگر جب "فی سبیل اللہ" والی دینی اصطلاح کے ذریعے دین کے ہر چوٹی والے اور نفس پر انتہائی بھاری اعمال (یعنی جہاد فی سبیل اللہ؛ انفاق فی سبیل اللہ؛ دعوت الی سبیل اللہ؛ ہجرت فی سبیل اللہ) کا ثواب انتہائی آسانی سے تبلیغی جماعت کے

قیاسی نصاب کے ساتھ منسلک کر کے "سو فیصد دین" پر چلے بغیر بھی "سو فیصد ثواب" حاصل کیا جا سکتا ہو؛ تو اپنی اور دوسروں کی زندگیوں کو تکلیف میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔

دین میں جزا و سزا کا تعلق اعمال کی اصطلاحات کے شرعی معنوں کے ساتھ ہے؛ بجائے ان کے لغوی معنوں کے۔ مثلاً "عالم" کی اصطلاح کا شرعی معنی "قرآن اور حدیث میں مہارت رکھنے والا، وارث الانبیاء" ہے اور لغوی معنی "کسی علم میں فضیلت، اختصاص یا مہارت کی سند رکھنے والا، فاضل، بہت پڑھا لکھا شخص" کے ہیں؛ مگر اخروی جزا و سزا "عالم" کے شرعی معنوں کے ساتھ منسلک ہے نہ کہ لغوی معنوں کے وجہ سے کسی انجنیئر یا ڈاکٹر وغیرہ سے۔

اس بات سے قطع نظر کہ "فی سبیل اللہ" والی دینی اصطلاح کن شرعی معنوں میں اور کس سیاق و سباق میں قرآن میں موجود ہے؛ **یا** مفسرین نے اپنی تفاسیر میں ان مقامات کے متعلق کیا بیان فرمایا؛ **یا** احادیث میں اس دینی اصطلاح کا استعمال کس تناظر میں ہوا ہے؛ **یا** صحابہ اکرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس اصطلاح کو کس طرح سمجھا اور عملی طور پر اپنایا؛ **یا** محدثین نے اس دینی اصطلاح پر مشتمل احادیث کو کن ابواب میں شمار کیا؛ محض اس اصطلاح کے لغوی معنی (یعنی "اللہ کی راہ میں") کی بنیاد پر ایک ایسا دروازہ کھول لیا جو کہ اس کل تحریک کا روح رواں ہے۔

بہر کیف اس مضمون کا مقصد صرف اُس سطحی معلومات کا عمومی جائزہ قارئین کے سامنے پیش کرنا تھا جو تبلیغی اور غیر تبلیغی بھائیوں تمام کے لیے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اس تجزیہ کے نتائج کو قارئین کی عقلی اور فکری صواب اندیشی پر چھوڑتے ہوئے؛ آخر میں بدعت سیئہ کے آخری خواص یعنی "ان سے بدعت کے مقابلے میں **سنت اٹھالی جاتی** ہے" کے متعلق اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ اسی تحریک کے باعث دعوت الی اللہ میں طاغوت کی فکری اور عملی نفی کا تصور اٹھ گیا؛ لوگ طاغوت پرستی میں بھی مبتلا ہیں اور اپنے زعم میں دعوت و تبلیغ کے باعث اللہ کی دین کی خدمت میں بھی مصروف ہیں؛ جس کے باعث مکی دور کی مانند؛ نظام باطل کے جبر و اکراہ کے ماحول میں نہ صرف استقامت علی سبیل اللہ کی تمام عملی سنتیں اٹھالیں گئیں؛ بلکہ باطل نظام[6] کے خلاف فکری اور عملی جدوجہد سے محرومی کے باعث اقامت دین کی تمام عملی سنتوں سے بھی محروم کر

---

[6] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "نظام کی حقیقت"

دیئے گئے۔ جہاد فی سبیل اللہ[7] جیسے چوٹی والے عمل کو نہ صرف انتہائی ہلکا سمجھا گیا بلکہ جماعت میں ہر سطح پر اس کی مخالفت بھی زور پکڑ گئی؛ یہاں تک کہ خود دیوبند علماء کو اس کی نکیر کرنی پڑی[8]؛ مگر اب یہ سوچ اس جماعت کے اندر اس حد تک سرایت کر چکی ہے کہ ازالہ ممکن نہیں ہے اور اکثریت اگر اس کی ذات کی نہیں تو عصر حاضر میں اس کی ضرورت کی منکر تو ضرور ہے؛ جس کے باعث جہاد و رباط جیسی چوٹی کی عبادات کی عملی سنتوں کو بھی اٹھالیا گیا۔ اور انہیں محرومیوں کے باعث اکثریت "**یقین والے ایمان**" سے بھی محروم ہو گئے۔ الا ما شاء اللہ۔

اس مضمون کے اختتام میں ایک مغالطہ جو بڑی شد و مد سے تبلیغی بھائی اپنے بیانوں میں بیان فرماتے ہیں کہ "دنیا کے ہر کافر تک دین کی دعوت کا پہنچانا ہر مسلمان پر فرض ہے" (حیران کن ہے کہ اسی دعوت کا پہنچانا جماعت کی سطح پر ممنوع بھی ہے)؛ اس کے متعلق مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں؛

> جمہور فقہا کا کہنا یہ ہے کہ اب دنیا کے خطوں میں اسلام کی دعوت عام پہنچ چکی ہے کیونکہ دنیا کا کوئی آدمی اب ایسا نہیں رہا جو نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے لائے دین سے بحیثیت اجمالی واقف نہیں ہو، لہذا اب کسی بھی جگہ جہاد سے پہلے دعوت دینا شرط نہیں البتہ مستحب ہے۔ لہذا دعوت دیئے بغیر بھی اگر جہاد کیا جائے گا تو وہ جائز ہو گا، ناجائز نہیں ہو گا۔
>
> اس سے معلوم ہوا کہ **جو دعوت مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے وہ پہنچ چکی ہے**۔ وہ یہ کہ غیر مسلموں کو یہ پتہ لگ جائے کہ حضور اقدس ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ نے تمام اقوام عالم کو توحید کی دعوت دی اور آپ ﷺ یہ دین اسلام لے کر تشریف لائے تھے۔ اگر اتنی بات بھی اجمالی طور پر پہنچ گئی ہیں تو دعوت کا فریضہ ادا ہو گیا۔ **اب ہر ہر فرد کو الگ الگ دینا یہ کوئی فرض نہیں ہے**۔ آج کل یہ تصور مشکل ہے کہ کوئی فرد ایسا ہو جس کو اسلام کے بارے میں اجمالی دعوت نہ پہنچی ہو حتّٰی کہ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی ایسا فرد نہیں تھا۔ اس لیے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہو گئی تھی کہ حضور اقدس ﷺ نے نبوت کا دعوی کیا ہے اور آپ ﷺ توحید کی دعوت دیتے ہیں۔ اتنی بات تو سب جانتے تھے اس لئے وہ لوگ معذور نہیں سمجھے جائیں گے۔ **[انعام الباری جلد۷؛ باب نمبر ۵۶۔ کتاب الجهاد و السیر؛ صفحہ نمبر ۵۱۳]**

یعنی کہ اب ہر کافر کو مندرجہ ذیل حدیث کی بنیاد پر اپنی بخشش کی فکر خود کرنی چاہیے؛

---

7 ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اهلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت"

8 ملاحظہ فرمائیں کتاب "کلمة الهادی الی سوا السبیل فی جواب من لبّس الحق بالاباطل" تالیف مولانا مفتی محمد عیسی خان

- ✓ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"قسم اس ذات پاک کی، جسکے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی **میری خبر سن لے** اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو ضرور وہ دوزخیوں میں ہو گا"۔ [**رواہ مسلم۔ معارف الحدیث۔ کتاب الایمان۔ حدیث۸**]

اور اگر کافر تک کو اپنی بخشش کی فکر خود کرنی ہے تو اس امت کے فرد واحد پر تو قرآن حکیم کے براہ راست حکم "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا **قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا** [سورة التحريم ؛ ٦] **مومنو! اپنے آپ کو** اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے **بچاؤ**" کے باعث یہ سعی بدرجہ اولیٰ لازم ہے۔

اور امت کے (تبلیغی یا غیر تبلیغی) علماء سے مودبانہ گزارش ہے کہ وہ فرد واحد کی فکر سے زیادہ؛ آخرت کی سخت ترین اور اپنی اس یقینی جوابدہی کی فکر کریں؛ جس کے وہ "وارث الانبیاء" ہونے کے باعث مکلف ہیں اور اس فریضہ کی طرف حسب استطاعت اپنی تمام تر علمی اور عملی کوششیں مرکوز کریں جس کے لیے رسول اللہ ﷺ اس دنیامیں بھیجے گئے یعنی **نظام کی سطح پر شریعت کی عملی اور حقیقی بالادستی**[9]۔

- ✓ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا [**سورة الفتح ؛ ٢٨**] وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا **تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے**۔ اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے۔

جب طاغوتی نظام[10] بالا دست اور دین اسلام محکوم ہو؛ تو اس دنیاوی زندگی میں تمام باہمی حقوق و فرائض؛ باہمی دینی و دنیاوی ذمہ داریاں؛ باہمی امر بالمعروف و نہی عن المنکر؛ باہمی نیکی؛ خیر خواہی اور حسنات وغیرہ کی حیثیت ثانوی ہے اور اصل ہدف؛ حمیت کا تقاضا اور دینی مطالبہ

"انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہر قسم کے طاغوت[11] کا قولی انکار اور عملی کفر"

اور

---

[9] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "امام مہدی کی حقیقت"

[10] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "نظام کی حقیقت"

[11] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "طاغوت کی حقیقت"

"انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کی توحید[12] کا قولی اقرار اور عملی نفاذ"

یعنی حامل کتاب (قرآن حکیم) کے دعویداروں کو دین کی بنیاد کی طرف دعوت دی جائے نہ کہ ارکان کی؛

- ✓ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ **[سورة آل عمران ؛ ۶۴]** کہہ دو کہ **اے اہل کتاب** جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ **خدا کے سوا** ہم کسی کی **عبادت نہ کریں** اور اس کے ساتھ کسی چیز کو **شریک نہ بنائیں** اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا **کارساز نہ سمجھے** اگر یہ لوگ (اس بات کو) **نہ مانیں** تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ **ہم (خدا کے) فرماں بردار** ہیں۔

یہی وہ دینی حمیت اور مطالبہ ہے جس کی تبلیغ پر تمام انبیاء مامور تھے؛ جس کے حصول کے لیے انفرادی سطح پر ہر مسلمان مکلف ہے اور اجتماعی سطح پر اس ہدف کے حصول کے لیے ہمارے علماء مکلف ہیں اور اسی ہدف کی کامیابی کی کوشش پر ہماری اخروی کامیابی کا انحصار ہے۔

- ✓ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ **[سورة النحل ؛۳۶]** اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا کہ **خدا ہی کی عبادت** کرو اور **طاغوت سے اجتناب** کرو۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی۔ سو زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

اور جب دین اسلام ایک حاکم نظام کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو قرآن؛ احادیث و سیرت رسول ﷺ اور آثار و سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم گواہ ہے؛ کہ اب کفار ہوں یا نام نہاد مسلمان؛ دونوں کے ساتھ تبلیغ کا طریقہ کار؛ ہدف اور مطالبہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے؛ یعنی کفار کو باطل نظاموں سے **اقدامی جہاد** کے ذریعہ نجات عطا فرما کر دعوت و تبلیغ اور نام نہاد مسلمانوں کے لیے اسلامی معاشروں کی عصمت **حدود و تعزیرات** کے ذریعے برقرار رکھنے کے لیے امر بالمعروف و نہی المنکر۔

---

[12] ملاحظہ فرمائیں "قوا انفسکم و اھلیکم (ڈیجیٹل ایڈیشن چہارم)" میں مضمون "عقیدہ توحید کی حقیقت"

✓ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب کے بعض قبیلہ کافر ہو گئے؛ تو عمرؓ نے کہا کہ "آپ لوگوں سے کس طرح جنگ کریں گے؛ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ **لوگوں سے جہاد کروں یہاں تک کہ وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہیں**؛ جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا اس نے مجھ سے اپنا جان و مال بچا لیا؛ مگر کسی حق کے عوض اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے"۔ ابو بکرؓ نے فرمایا "**واللہ! میں اس شخص سے جہاد کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق ڈالی**؛ زکوٰۃ تو مال کا حق ہے۔ واللہ! اگر انہوں نے ایک رسی بھی روکی جو وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے تو اس کے نہ دینے سے میں ان سے جنگ کروں گا"۔ عمرؓ نے فرمایا کہ "**واللہ! اللہ نے ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا تھا۔ تو میں نے جان لیا کہ یہی حق ہے**"۔ [صحیح بخاری ۔ جلد اول ۔ زکوۃ کا بیان ۔ حدیث ۱۳۴۰]

جن مضامین کے حوالہ جات اس مضمون میں شامل ہیں ان کے مطالعہ کے لیے راقم کی کتاب "قوا انفسکم و اھلیکم نارا (ایڈیشن چہارم)" مندرجہ ذیل مقامات پر موجود ہے۔

آن لائن مطالعہ کے لیے؛

https://www.meraqissa.com/book/1998

پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈ؛

https://ketabton.com/index.php/books/15600

https://archive.org/details/20230215_20230215_1019

لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہٖ و صحابہٖ و بارك و سلم تسلیماً کثیرا کثیرا